یوم آخرت کی جزاوسزا پر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے یہ نمازیں اور عبادات کفار اور فجار پر بہت زیادہ گراں گزرتی ہیں اور اللہ کی ملاقات اور روز قیامت کے حساب وکتاب پر ایمان نہ لانا تمام معاصی کی جڑ ہے۔ اور اس کے بارے میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ لیں گے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (روز قیامت) ایک بندے سے فرمائے گا، اے فلاں میں نے تجھے عزت نہیں بخشی تھی؟ تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا میں نے گھوڑے اور اونٹ تیرے قابو میں نہیں کر دیے؟ اور کیا میں نے تجھے فرمان روا حاکم نہیں بنایا اور غنیمت کے چوتھائی حصے میں سے نہیں دیا؟ بندہ عرض کرے گا: کیوں نہیں اے میرے پروردگار! تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یقین تھا کہ ایک دن تو میری ملاقات کے لیے آئے گا؟ بندہ عرض کرے گا: نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج میں تجھے بھلا رہا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔" [صحیح مسلم ح ٧٣٦٤ ، الطبری، ابن کثیر ، الشوکانی ، السعدی]

فائدہ نمبر۹: ﴿الذین یظنون أنهم ملٰقوا ربهم وأنهم إلیه راجعون ۞﴾ اللہ کی طرف لوٹنے کا عقیدہ بندے کے اندر یہ چند چیزیں پیدا کرتا ہے: (۱) اللہ کا خوف (۲) اللہ کی مراقبت کا احساس، اس سے باطنی اور ظاہری دونوں لحاظ سے اللہ کی خشیت پیدا ہوتی ہے۔ (۳) اللہ کی نافرمانی کرنے سے حیا محسوس ہوتی ہے۔ [شرح الاربعین ابن العثیمن]

فائدہ نمبر۱۰: حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: "ظاہری سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں آیتوں کے مخاطب بنو اسرائیل ہیں؛ لیکن ان کے اندر جو ہدایت کی باتیں اور احکام ہیں وہ سب کے لیے عام ہیں۔" [ابن کثیر]

فائدہ نمبر۱۱: یہ چھوٹا سا رکوع دین کی اصلی باتوں کا نچوڑ ہے۔ کس خوبصورتی سے بنی اسرائیل کو دین اسلام کی طرف بلایا جارہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کے ماننے والوں کو اصول اسلام کی تعلیم دی جارہی ہے۔ اسلام نے ایسے ہی ارشادات کی بدولت یہ ثابت کر دیا کہ اس کے اصول بالکل فطری ہیں۔ ان کے خلاف جانے والے انسانیت کے خلاف جارہے ہیں۔ یہ دین سابقہ تمام آسمانی شریعتوں میں جو خیر پایا جاتا ہے ان سب کی ایک جامع اور مکمل شکل ہے، اس لیے بنی اسرائیل کے علماء کو چاہیے کہ اسلام کو پہچان لیں اور اس پر ایمان لائیں۔

(درس قرآن ترتیب: مجموعہ من العلماء۔ باہتمام: ادارۃ اصلاح وتبلیغ لاہور)

درس حدیث

رحمة للعالمین ﷺ کی شفقت

عبدالوھاب خان

قال مسلمؒ: حدثني يونس بن عبد الأعلى الصدفي أخبرنا ابن وهب قال أخبرني عمرو بن الحارث أن بكر بن سوادة حدثه عن عبد الرحمن بن جبير عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ أن النبي ﷺ تلا قول الله عزوجل في ابراهيم علیہ السلام ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي﴾ الآية وقال عيسى علیہ السلام: ﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾ فرفع يديه وقال: "اللهم أمتي أمتي" وبكىٰ، فقال الله عزوجل: ياجبريل اذهب إلى محمد – وربك أعلم – فسله ما يبكيك؟ فأتاه جبريل علیہ السلام فسأله، فأخبره رسول الله ﷺ بما قال – وهو أعلم – فقال الله يا جبريل اذهب إلى محمد فقل:

"إنا سنرضيك في أمتك ولا نسوءك" ﴾

[صحيح مسلم٣/٧٧-٧٨ كتاب الإيمان، باب بشارة الأمة، حديث:٣٤٦]

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا شامل ہے: "**اے میرے رب! بیشک ان بتوں نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے، پس جو کوئی میری تابعداری کرے تو یقیناً وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو آپ نہایت معاف فرمانے والے بڑے رحم والے ہیں۔**" [ابراهيم٣٦] اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا: "**اگر آپ انہیں عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ انہیں معاف فرمائیں تو یقیناً آپ ہی زبردست غلبہ والے اور خوب حکمت والے ہیں۔**" [المائدة ١١٨] پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک اٹھا لیے اور (دعائیہ فریاد کرتے ہوئے) فرمایا: "**اے معبود برحق! میری امت کو ...... میری امت کو** (بخش دیجیے)" اور آپ (خوب) روتے رہے۔ عزت اور جلال کے مالک اللہ نے ارشاد فرمایا: **جبریل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ** - حالانکہ تیرا رب خوب جانتا ہے- **اور ان سے دریافت کرو کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟** تو جبریل آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے (دعا میں) جو کچھ فرمایا تھا انہیں بتلایا - حالانکہ وہ اسے خوب جانتے ہیں - تب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"**اے جبریل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ہمارا یہ پیغام پہنچاؤ:**

"**ہم یقیناً آپ کی امت کے بارے میں آپ کو رضامند کردیں گے۔ آپ کو غمگین ہونے نہ دیں گے۔**"

راوی: عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل السهمي القرشي آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ والدہ رائطة بنت منية السهمية ہیں۔آپ لوگوں کے بارے میں یہ مرفوع روایت ہے: ﴿نعم أهل البيت عبد الله وأبو عبد الله وأم عبد الله﴾ [مسند أحمد ٣/٦ ح: ١٣٨١، ١٣٨٢ وضعفه الأرنؤط وزملاؤه للانقطاع]

آپ کے والد نے اپنے باپ کے نام پر (العاص) رکھا تھا، مسلمان ہونے پر ''عبد اللہ'' نام رکھا گیا۔آپ اپنے والد سے صرف گیارہ سال چھوٹے تھے۔اپنے باپ سے پہلے اسلام قبول کیا۔

آپ عبادت میں خوب محنت کرتے تھے، لگاتار روزے رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے، حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو کچھ وقت سونے اور روزے میں کمی کا حکم دیا اور آپ نے باصرار ہر دوسرے دن روزہ رکھنے کی اجازت حاصل کی، جس پر بڑھاپے میں پچھتائے۔[بخاری الصوم باب ٥٥ ح ١٩٧٥، باب ٥٧ ح ١٩٧٧]

شب زفاف میں بھی عبادت الٰہی کی لذت نے صنف نازک کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ دی، آخر آپ کے والد نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کردی۔آپ ﷺ کے سوال پر عرض کیا: ''میں روزانہ روزہ رکھتا اور ہر رات قرآن مجید تہجد میں ختم کرتا ہوں۔'' آخرکار رسول اللہ ﷺ نے زیادہ سے زیادہ ہر دوسرے دن روزہ رکھنے اور ہر ہفتے میں قرآن مجید ختم کرنے کی اجازت بخشی۔ بڑھاپے میں بھی مشقت برداشت کرکے تاحیات اسی عبادت پر پابند رہے۔ [بخاری فضائل القرآن باب ٣٤ في كم يقرأ القرآن ح ٥٠٥٢]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ورثہ نبوی میں سے بھی وافر حصہ حاصل کیا۔حتی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ حدیث نبوی روایت کرنے والا نہیں، سوائے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے، کیونکہ وہ لکھتے بھی تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔'' [بخاری العلم باب ٣٩ ح ١١٣]

آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ابو الدرداء رضی اللہ عنہ، اور سراقۃ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔اور آپ کے فیض یافتگان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابو امامۃ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن الحارث الہاشمی رضی اللہ عنہ کے علاوہ بہت سے تابعینؒ شامل ہیں۔ آپ فقہ میں بھی خوب دسترس رکھتے تھے اور فقہاء عبادلہ میں شامل تھے۔ تاریخ اور مقامِ وفات میں متعدد اقوال ہیں۔حافظ ابن حجر کی ترجیح کے مطابق واقعہ حرہ کے ایام ذوالحجہ ٦٣ھ میں طائف کے مقام پر انتقال فرماگئے۔

لطائف اسناد: (ا) اس حدیث کے سارے راوی بصرہ والے ہیں۔

(۲) امام مسلم کے استاد یونس بن عبدالأعلیٰ نے ۲۶۴ھ میں وفات پائی، جبکہ امام صاحب نے ۲۶۱ھ میں۔ پس استاد شاگرد کے بعد تین سال زندہ رہے۔

شرح الحدیث: ﴿رب إنهن أضللن......﴾ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے ایک عرصے بعد مکہ مکرمہ کے لیے امن اور اپنے خاندان کے لیے بت پرستی سے پناہ کی دعا مانگی اور اپنا دکھڑا سنایا کہ بہت سے انسان بت پرستی کے جھانسے میں آکر خرد وہدایت کھو بیٹھے ہیں۔ پھر اس مشرکانہ ماحول میں جن خوش نصیبوں کو اللہ کے فرستادہ رسول کی اطاعت کی توفیق حاصل ہوئی، ان کو اپنے "آل" میں شامل فرمانے کی دعا فرمائی، جو کہ مختصر لفظوں میں بڑے خیر و برکت اور مغفرت کی دعا اور آخرت میں شفاعت، غرض ہر خیر کے حصول اور ہر شر سے پناہ پر مشتمل ہے۔

پھر آپ کی مخالفت کرتے ہوئے صنم پرستی کے خوگر انسانوں سے اپنی براءت کا اظہار فرمایا اور ان کے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیا۔[تفسیر القرآن العظیم ۲/۷۱۳]

﴿إن تعذبهم......﴾ روز قیامت اللہ پاک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے سوال کر کے ان نصرانیوں کو مبہوت وذلیل کرادیں گے، جنہوں نے اللہ پاک کے لیے ہمسر، رفیقہ حیات اور اولاد کی نسبت کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول علیه الصلاة والسلام پر جھوٹ باندھا۔

زیر تشریح آیت کریمہ میں حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں: "اگر آپ ان گمراہوں کو عذاب سے دوچار کردیں (تو عین عدل ہے) اور یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو بھی مغفرت عطا کریں تو (یہ بھی بعید نہیں؛ کیونکہ) یقیناً آپ نہایت غلبہ وتسلط والے ہیں اور آپ کی کمال حکمت بھی انسانی تصوّر سے بلند ترین ہے۔"

آپ علیہ السلام نے بھی اپنے نانا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ان کا انجام بھی اپنے رب کے سپرد کردیا۔[تفسیر القرآن العظیم ۲/۱۶۵] انہوں نے اپنی اطاعت سے روگردانی کرنے والوں کے معاملے کو اللہ کے حوالے کردیا، ان کے حق میں کوئی دعا نہیں فرمائی۔

اسی طرح ہمارے رسول ﷺ نے حوض کوثر کے بارے میں فرمایا: ﴿اور میرے ہمراہیوں میں سے کچھ لوگوں کو بائیں طرف لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا: " أصحابي، أصحابي " یہ میرے صحابی ہیں، میرے صحابی (یعنی انہیں میرے پاس آنے دو) تو جواب ملے گا: یہ آپ سے جدائی کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ کر رہ گئے تھے۔ تو میں وہی کہوں گا جو نیک بندے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا تھا: ﴿وكنت عليهم شهيدا مادمت فيهم فلما توفيتني كنت أنت الرقيب عليهم وأنت على كل شيء شهيد ۞ إن تعذبهم فإنهم عبادك وإن تغفرلهم فإنك أنت العزيز الحكيم ۞﴾ [المائدة ۱۱۷-۱۱۸، بخاری الأنبياء باب ۸ ح ۳۳۴۹ عن ابن عباس، مسلم كتاب الجنة، الترمذي كتاب القيامة باب ۳ ح ۲۴۲۳]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان اولوالعزم رسولوں نے اپنے مخالفین سے متعلق یہ نرم لہجہ کیوں اختیار فرمایا؟

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿لو يعلم المؤمن ما عند الله من العقوبة ما طَمِعَ بجنته أحد ولو يعلم الكافر ما عند الله من الرحمة ما قَنَط من جنته احد﴾ [مسلم كتاب التوبة ح٢٣ عن أبي هريرة ﷺ ١٧/ ٧٠] ''اگر مؤمن کو عذاب الٰہی کا اندازہ ہوتا تو کوئی بھی اس کی جنت پانے کا آرزومند نہ ہوتا، اور اگر کافر کو رحمتِ الٰہی کا صحیح پتہ ہوتا تو کوئی بھی حصول جنت سے مایوس نہ ہوتا۔''

اس حدیث میں صرف یہ اشارہ ہے کہ عذاب الٰہی اور رحمت الٰہی لامحدود ہے۔

﴿إن الله لا يغفر ان يشرك به﴾ [النساء٤٨، ١١٦] رب تعالیٰ کے اس واضح فرمان اور مشرکوں کے لیے استغفار سے منع کرنے کے بعد کسی بھی مسلمان کے دل میں مشرک وکافر کے لیے عذاب سے نجات اور جنت کے حصول کی کوئی امید اور آرزو نہیں ہونا چاہیے۔ حتیٰ کہ علماء اہل سنت نے اسے ''نواقض ایمان'' میں گردانا ہے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مبارکہ بہت سارے فوائد پر مشتمل ہے:

{1} محمد رسول اللہ ﷺ کی اپنی امت کے ساتھ کمال شفقت کا بیان، جس کی بنا پر آپ ان کی خیر خواہی کا نہایت اہتمام فرماتے تھے۔

{2} دعا میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانا، جو کہ متواتر معنوی سے ثابت ہے۔

{3} امت مصطفویہ کے لیے بہت بڑی بشارت ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب وخلیل ﷺ کو امت کے بارے میں رضامند کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ یہ عظیم ترین بشارت فرمان الٰہی ﴿ولسوف يعطيك ربك فترضى ۞﴾ کی تاکید ہے۔

{4} ''لا نسوءک'' یہ وعدہ الٰہی امت مسلمہ کے لیے سب سے زیادہ امید افزا خوشخبری ہے کیونکہ ''راضی کرنا'' تو اکثریت کو نجات دے کر بھی ہوسکتا ہے؛ لیکن فکرمند نہ ہونے دینا آخری امتی کو بھی نجات دینے کا تقاضا کرتا ہے۔ جیسے کہ شفاعت کی حدیثوں میں ثابت ہے۔

ابوسعید الخذری ﷺ کی لمبی حدیث میں ہے: ﴿...... جب اہل ایمان کو جہنم سے نجات ملے گی تو وہ واصل جہنم ہونے والے دینی بھائیوں کے حق میں نہایت اہتمام سے توجہ دلائیں گے کہ وہ ہمارے ساتھ روزہ، حج وغیرہ میں شریک ہوتے تھے۔ تو انہیں اجازت دی جائے گی کہ جنہیں تم پہچانتے ہو نکال لاؤ۔ پھر دینار کے برابر ایمان والوں کو، پھر آدھا دینار والوں کو پھر ذرہ بھر نیکی والوں کو جہنم سے خلاصی ملے گی۔ پھر اللہ پاک فرمائے گا: فرشتوں، نبیوں اور مؤمنوں نے شفاعت کرلی اور صرف ارحم الراحمین رہ گیا، پھر مٹھی بھر کر ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکالے گا جنہوں نے کوئی نیکی نہ کی ہوگی ...... انہیں جنت میں بھیج کر ان پر اپنی رضامندی کا اعلان فرمائے گا۔﴾ [دیکھ: مسلم الإيمان ٣/ ٣١-٣٣ ملخصا]

{5} آخری رسول حضرت محمد ﷺ کی عظمت شان اوران پر اللہ کی خصوصی عنایت کا ثبوت۔

حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیج کر دریافت کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اللہ پاک کے ہاں آپ ﷺ کی اعلیٰ منزلت کا اظہار ہوجائے کہ آپ کے رضامند ہونے تک فضل وکرم اور عنایتوں کا سلسلہ جاری رہے گا۔ [دیکھیے المنہاج ۷۹/۳]

دنیا میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی اپنی امت سے شفقت کے بعض مظاہر:

اللہ رب العالمین نے قرآن پاک میں جگہ جگہ آپ ﷺ کی شفقت و ہمدردی اور لوگوں کی گمراہی پر کڑھنے اور اہل ایمان کے حق میں دعا گو رہنے کی گواہی دی ہے:

وہ ایک رحمت دو جہاں اور پھر بھی — سدا نان جو پہ گزر کرنے والا
ضلالت زدہ نوع انساں کے غم میں — مصلے کو اشکوں سے تر کرنے والا
وہ رب کے گنہگار بندوں کی خاطر — دعاؤں میں رو رو سحر کرنے والا
زمانے کی محفل کو جس نے سنوارا — اسے حق نے محبوب کہہ کر پکارا
ہزاروں سلام اس اقدس نبی ﷺ پر — تھا ٹوٹے دلوں کا مہرباں سہارا

{1} **رحمت کل جہاں:** ﴿وما أرسلنک إلا رحمة للعلمين ۝﴾[الأنبياء ۱۰۷] ''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر مبعوث فرمایا۔''

{2} **مجسم شفقت ورحمت:** ﴿لقد جآء کم رسول من أنفسکم عزيز عليه ما عنتم حريص عليکم بالمؤمنين رؤف رحيم ۝﴾[التوبة ۱۲۸] ''یقیناً تمہارے ہاں تمہاری اپنی برادری میں سے ایک رسول تشریف لے آئے ہیں، جن پر تمہاری مشقت بہت شاق گزرتی ہے، تمہارے حق میں ہمہ جہت خیر کے آرزومند وطلبگار رہتے ہیں، اہل ایمان کے ساتھ انتہائی شفقت اور خوب رحمت والے ہیں۔''

{3} **ہردم دعاگو:** اللہ ارحم الراحمین نے آپ کو صدقہ لانے والوں کے لیے دعا کرنے کی تلقین فرمائی: ﴿خذ من أموالهم صدقة تطهرهم وتزکيهم بها وصل عليهم إن صلوتک سکن لهم والله سميع عليم ۝﴾[التوبة ۱۰۳]

آپ حسب ارشاد نہ صرف ان کے لیے رحمت کی دعا فرماتے؛ بلکہ ﴿إن صلوتک سکن لهم﴾ سے مستفید فرمانے کے لیے پوری امت کے حق میں دعا فرماتے رہتے تھے۔

زیر درس حدیث بھی اس کی ایک مثال ہے۔ایک اور دعائے نبوی ہے:''اللهم اغفر لأمتي ، اللهم اغفر لأمتي''اور تیسری دعائے مغفرت قیامت کے لیے محفوظ رکھی۔[مسلم صلاة المسافرين ح ۲۷۳ عن أبيؓ]

{4} ایک دفعہ بہت لمبی نماز پڑھی، استفسار پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''إنها صلاة رغبة ورهبة''

اس نماز میں امت کے لیے تین دعائیں مانگیں، جن میں سے دو قبول ہوگئیں: (ا) امت کو عام قحط سے ہلاک نہ کرے۔ (۲) بیرونی دشمن کو پوری امت پر غلبہ نہ دے۔ (۳) امت کے آپس میں خانہ جنگی نہ ہو، لیکن یہ دعا منظور نہ ہوئی۔ ۞

[الترمذی الفتن باب ١٤ ح٢١٧٥ عن خباب ﷜ وقال حسن صحیح غریب، النسائی باب إحیاء اللیل، ابن ماجه الفتن باب ٩ عن معاذ ﷜ وصححه الألبانی]

۞5۞ **نورِ خصوصی کی بشارت:** ۞ایک نیا فرشتہ اترا اور سلام کے بعد عرض کیا: ''**أبشر بنورين أوتيتهما لم يؤتهما نبي قبلك: فاتحة الكتاب وخواتيم سورة البقرة، لن تقرأ حرفا منها إلا أعطيته.** ۞[مسلم صلاة المسافرین ح٢٥٣ عن ابن عباس ٦/٩١] ۞جبریل ﷤ نے بشارت دی: ''**من مات من أمتك لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة......** ۞[بخاری التوحید ٣٣، مسلم الإیمان ح١٥٣ عن أبی ذر ﷜ ٢/٩٤]

۞6۞ **صاحب مقام محمود:** شفاعت عظمیٰ کا شرف بخشنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نماز تہجد کا پابند کردیا: ﴿**ومن الليل فتهجد به نافلة لك عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا** ۞﴾ ۞[سورۃ الأسراء ٧٩] ۞رسول اللہ ﷺ اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ قدم مبارک سوج گئے اور اس حالت پر ترس کھانے والوں کو اس جواب سے مطمئن کردیا: ''**أفلا أكون عبدا شكورا؟**''۞[بخاری الرقاق باب ٢٠ ح٦٤٧١]

۞7۞ **تنہائیوں میں امت کے لیے دعا فرماتے رہتے:** ۞ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام ﷢ کے درمیان سے اٹھ کر تشریف لے گئے، واپسی میں دیر ہوئی تو اصحاب کرام ﷢ پریشانی کے عالم میں تلاش کے لیے نکلے۔ سب سے پہلے ابو ہریرہ ﷜ آپ کے پاس پہنچے......آپ ﷺ نے اپنے مبارک جوتے دے کر بھیجا کہ ہر مخلص کلمہ گو کو جنت کی بشارت دے...... ۞[مسلم الإیمان ح٥٢ ١/٣٣٣-٣٤٠]

۞8۞ **نیند میں بھی امت کے لیے فکر مند رہتے:**

(ا) ۞" مجھے زمین کے مشرقی اور مغربی اطراف سمیٹ کر دکھائے گئے۔ اور مجھے دو خزانے دیے گئے زرد اور سفید (سونا اور چاندی) اور مجھے بتایا گیا کہ جہاں تک آپ کو سمیٹ کر دکھایا گیا ہے، وہیں تک آپ کی امت کی حکومت ہوگی......'' ۞[دیکھیے: ابن ماجه، کتاب الفتن باب ٩ ح٣٩٥٢ عن ثوبان ﷜ وصححه الألبانی]

(۲) ۞ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ ام حرام بنت ملحان ؓ نے وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''**ناس من أمتي عرضوا عليّ غزاة في سبيل الله يركبون ثبج هذا البحر ملوكا على الأسرة......**'' " میری امت کے کچھ لوگ مجھے خواب میں دکھائے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے سمندر کے بڑے حصے پر ایسے آرام اور شان سے سوار تھے جیسے بادشاہ تخت پر براجمان ہوتے ہیں۔'' پھر ام حرام ؓ زوجہ عبادہ ﷜ کے لیے اس میں شرکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد پھر ایسا خواب دیکھا۔ ۞ [دیکھیے: بخاری التعبیر باب ١٢ ح٧٠٠١ عن أنس ﷜]

﴿9﴾ آسمان میں بھی امت کے لیے بے تابی: ﴿اللہ تعالیٰ نے معراج کے موقع پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کیں تو حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے مشورے پر بار بار اللہ سے دعا مانگی: "**یارب خفف علی أمتي**"، بالآخر پانچ نمازیں رہ گئیں؛ لیکن اجر وثواب پوری پچاس نمازوں کا برقرار رہا۔﴾ [دیکھ: صحیح مسلم، کتاب الإیمان حدیث الإسراء ۲۵۹ عن أنس ﷺ ۲/۲۰۹-۲۱۰]

﴿10﴾ ناراضگی بھی معافی اور تقرب الٰہی کی دعا سے بدل کر رکھ دی: ﴿رسول اللہ ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں یوں فریاد کی: "**اللھم فأیما مؤمن سبته فاجعل ذلک له قربة إلیک یوم القیامة.**﴾ [بخاری الدعوات باب ۳۴ ح ۶۳۶۱ عن أبي ھریرة ﷺ] "اے اللہ! جس مؤمن پر میں نے بددعا بھی کی ہو تو اس کو بھی اس کے حق میں روزِ قیامت تقرب الٰہی کا ذریعہ بنادے۔" حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں: "جس جس متعین شخص پر آپ ﷺ نے عتاب کی ہو، صرف وہی صحابہ ﷺ اس دعا سے مستفید ہوں گے۔" [فتح الباری ۱۱/۱۷۶]

﴿11﴾ امت کے لیے بتدریج بشارتیں: خلیل رب العالمین ﷺ کی مبارک زندگی کا بہت بڑا مشن اپنی امت کے لیے اللہ ارحم الراحمین سے ہر قسم کے خیر و بھلائی اور شرعی احکام میں رعایت، اجر وثواب میں اضافہ اور بعد از موت پیش آنے والے سنگین حالات میں شفاعتوں کے ذریعے نجات کا حصول رہا۔

﴿ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے حاضر صحابہ کرام ﷺ سے فرمایا: "**أترضون أن تکونوا ربع أھل الجنة ؟!**" کیا آپ لوگوں کو اس بات سے خوشی نہ ہوگی کہ آپ (امت) تمام جنت والوں کا چوتھائی حصہ ہو؟ انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد آپ نے اہل جنت کا تہائی حصہ، پھر آدھا حصہ ہونے کی بشارت دی۔﴾ [بخاری کتاب الرقاق باب ۴۵، ۴۶ ح ۶۵۲۸، ۶۵۳۰ عن ابن مسعود ﷺ]

پھر رحمۃ للعالمین نے یقیناً خصوصی عنایت سے دعائیں اور التجائیں جاری رکھی ہوں گی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿**أھل الجنة عشرون ومائة صف، ثمانون منھا أمتي وأربعون سائر الناس**﴾ (یعنی یہ امت کل اہل جنت کا دوتہائی حصہ ہوگی) [الدارمي الرقاق باب ۱۱۱ ح ۲۸۳۵ عن بریدة ﷺ، الترمذی صفة الجنة باب ۱۳ ح ۲۵۴۶ وحسنه وصححه الألباني] طبرانی نے اس حدیث کی ایک شاہد عبداللہ بن مسعود ﷺ سے روایت کی ہے جو مفصل ہے۔ [فتح الباری ۱۱/۳۹۵] مبارکپوری: طبرانی اور حاکم نے ابن عباس ﷺ اور ابوموسیٰ ﷺ سے بھی ایسی حدیث روایت کی ہے۔ [تحفة الأحوذي]

حافظ ابن حجر: غالباً جب نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کی رحمت بیکراں سے اپنی پیاری امت کے اہل جنت کی آدھی تعداد ہونے کی امید باندھی تو رب العالمین نے آپ ﷺ کی امید پوری فرمادی اور اس سے زائد فضل بھی عطا فرمایا۔ اور یہ بات اس آیت کی عین مصداق ہے: ﴿**ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ**﴾ [سورة الضحی ۵،